رفاقت علی شاہد

# دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کا بنیادی نسخہ اور طرزِ طباعت

راقم الحروف نے حال ہی میں گُرمانی مرکزِ زبان و اَدب، لمز، لاہور کے تحقیقی منصوبے کے تحت دیا شنکر نسیمؔ لکھنوی کا مختصر دیوان مرتّب کیا ہے۔ ترتیبِ متن کے لیے دو مطبوعہ نسخے اِستعمال کیے گئے ہیں۔ اِن میں سے پہلا نسخہ لکھنؤ کا مطبوعہ ہے اور غالباً دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کی اشاعتِ اوّل ہے۔ ذیل میں اس کا تفصیلی تعارف اور متعلقہ مباحث کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کا پیشِ نظر نسخہ ''نیٹو کرشچن آرفن پریس'' کا مطبوعہ ہے۔(۱) سرورق پر کتاب کے نام کے ساتھ ہی ''سنہ ۱۸۷۳'' تحریر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوانِ نسیمؔ کا یہ نسخہ ۱۸۷۳ء میں طبع ہوا۔ اِمکان ہے کہ اِس کی اشاعت بھی فوراً ہوگئی ہوگی۔ سرورق کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے:

''بہ تفضلاتِ خالق ارض وسما و آفریدگارِ صبح ومسیٰ
من تصنیف شاعر بےنظیر پنڈت دیا شنکر صاحب مغفور مصنّف گلذار نسیمؔ [کذا] موسوم بہ
دیوانِ نسیمؔ ۱۸۷۳
حسبِ فرمایش فیض بنیاد جناب پنڈت گوپی ناتھ صاحب داروغہ محکمہ چونگی شہر لکھنؤ
''در مطبع نیٹو کرشچن آرفن پریس طبع شد۔''

پریس لائن میں شہر کا نام درج نہیں، لیکن چونکہ مرتّب و ناشر (فرمائش کنندہ) کا تعلق لکھنؤ سے ہے،

اِس لیے یہ تو طے ہے کہ کتاب لکھنؤ ہی سے شائع ہوئی۔ اندازہ ہے کہ اِس کی طباعت بھی لکھنؤ ہی سے ہوئی ہے، یعنی مطبع نیٹو کرسچن آرفن پریس...لکھنؤ ہی میں ہوگا۔ پُرانے دور کی مطبوعہ بعض کتابوں پر مطبعوں کے نام کے ساتھ شہر کا نام لکھا ہوا نہیں ملتا۔ اِس کا مطلب یہی لیا جاتا ہے کہ کتاب جہاں سے شائع ہوئی، وہیں طبع ہوئی ہوگی۔قدیم دور میں عام یا چھوٹا ناشر کتاب کی اشاعت پر ایک حد سے زیادہ رقم خرچ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا تھا، اِس لیے اپنے شہر اور اپنی مالی حیثیت کے مطبعے ہی سے کتاب چھپوانا بہتر خیال کرتا تھا، تاکہ کتاب پر لاگت بڑھنے نہ پائے۔ اُس دور میں چونکہ طباعتی سہولتیں عام نہیں تھیں، اِس لیے چھوٹے شہروں اور گم نام مطبعوں سے چَھپی ہوئی کتابوں کی کتابت وطباعت کا معیار بہتر نہیں ہوتا تھا۔ پیشِ نظر کتاب کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش ہے۔

قدیم رواج کے مطابق کتاب کا سرورق بیل بوٹوں سے مزیّن ہے۔ یہ آرائشی سنگھار اور بیل بوٹے عام مذاق کے ہیں۔ ان میں کوئی خاص جاذبیت نہیں، لیکن ان کی وجہ سے سرورق کچھ دیدہ زیب دکھائی دیتا ہے۔ سرورق کو دوہرے چوکور حاشیے میں محصور کیا گیا ہے۔ چوطرفہ بیل بوٹوں اور تزئین کے بعد حوض میں مزید چار چار حاشیے لگا کر چار خانوں میں مذکورہ بالا عبارتیں درج کی گئی ہیں۔ اوپر اور نیچے کی دو دو عبارتوں کے درمیان مزید تزئینی بیل بوٹے بنائے گئے ہیں۔ اسی کے درمیان ایک چوکور خانے میں کتاب کا نام اور سنہ جلی کتابت میں لکھے ہیں۔

سرورق کے بعد دوسرے صفحے سے متن کا آغاز ہوتا ہے۔ دوسرے صفحے کا نصف اوّل بھی بیل بوٹوں سے مزیّن ہے۔ اس کے بعد صفحے کے درمیان ایک خانے میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' درج ہے۔ اگلی سطر سے دیوان کا متن شروع کر دیا گیا ہے۔ متنِ دیوان کا سلسلہ صفحہ ۷۵ کی پہلی سطر پر ختم ہوتا ہے۔ آخر میں صفحے کے درمیان ایک چوکھٹے میں ''اطلاع'' کا عنوان قائم کر کے نیچے مثلّث نما خانے میں یہ ترقیمہ نما عبارت درج ہے:

> ننگِ کائنات پنڈت گوپی ناتھ بخدمتِ نقادان معنی عرضِ گذار [کذا] ہے کہ
> واسطے یک جا ہونے کلام پنڈت دیاشنکر صاحب مغفور متخلص بہ نسیمؔ کہ جن کی
> تصنیفات سے گلذارِ نسیمؔ [کذا] منظوم نے...(۲) مطبوع ہوکر جا بجا شہرت
> پائی ہے اور وہ میرے چچا زاد بھائی تھے۔ اکثر احباب نے تحریک فرمائی۔
> نظر براں جس قدر تصنیفات (۳) اُن کی مجھ کو دستیاب ہوئی، یک جا کر کے نظر
> [کذا: نذر] احباب کرتا ہوں... (۴) ہو معاملہ... (۵) ۔تمام شد۔



اسی پر کتاب کا اختتام ہوتا ہے۔

تمام کتاب میں متن کے اِردگرد چوکور حاشیے لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ شعروں کے مصرعے آمنے سامنے درج ہیں اور مصرعوں کے درمیان مساوی عمودی حاشیے لگا کر اُنھیں علاحدہ شناخت دی گئی ہے۔ زیادہ تر غزلوں میں مقطعوں کے اشعار اوپر نیچے صفحے کے درمیان خانوں میں درج کیے گئے ہیں۔ کچھ غزلیات میں اس اہتمام کی خلاف ورزی بھی کی گئی ہے۔ ایسی غزلیات میں مقطعوں کے مصرعے عام اشعار کی تقلید میں آمنے سامنے ہی درج ہیں۔ ایک حرفِ تہجّی کی ردیف کے تحت آئندہ غزل سے قبل ''ولہٗ'' کا روایتی عنوان اگرچہ عام طور پر ملتا ہے لیکن کچھ غزلیات سے پہلے یہ التزام نہیں بھی ملتا، البتہ ہر ردیف کے آغاز کی غزل پر ''ولہٗ'' درج نہ کرنے میں احتیاط کی گئی ہے۔ ''ولہٗ'' بھی مقطعوں کی طرح صفحے کے درمیان، غزل کے شروع میں خانے کے اندر لکھا گیا ہے۔ مخمسات، ترجیع بند اور واسوخت میں ہر بند کے چار مصرعے غزلیات کے انداز میں آمنے سامنے اور آخری مصرعے یا شعر مقطعوں کے انداز میں اوپر نیچے علاحدہ علاحدہ خانوں میں کتابت کیے گئے ہیں۔ اصناف کے عنوان اور دیگر عنوانات بھی صفحے کے درمیان وسط میں خانے بنا کر درج کیے گئے ہیں۔ صفحے کے وسط میں چوکھٹے بنا کر جو عبارتیں درج کی گئی ہیں، اُن کے حاشیے عرض میں بیرونی چوکھٹوں کی عمودی سطروں سے ملے ہوئے ہیں۔

دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کے اِس نسخے میں متن دواوین کی قدیم روایت کے مطابق ردیفوں کی الف بائی ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔ پہلے غزلیات، اُس کے بعد فردیات ہیں۔ اِن کے بعد پہلے مخمس، پھر ترجیع بند، پھر ترتیب سے واسوخت، فارسی خمسے، پھر اُردو خمسے اور مستزاد ہے۔ اِن کے بعد ردیف یا کی غزل، ''متفرقات'' اور آخر میں فارسی قطعاتِ تاریخِ وفات ہیں۔ آخری صفحے (صفحہ ۷۵) پر کتاب کی آخری عبارت ''اطلاع'' ہے۔

یہ سب مشمولات دیوان میں روایتی ترتیب کے مطابق ہیں، البتہ ایک اَمر خلافِ روایت بھی ہے۔ دیوانِ نسیمؔ لکھنوی میں بعض غزلیں دو دو اشعار پر مشتمل ہیں، جب کہ دیگر شعرا کے دواوین میں عام طور پر تین اشعار سے کم کی غزل دیکھنے میں نہیں آتی۔ ایسی نامکمل غزلوں کی ردیف وار تعداد درجِ ذیل ہے:

ردیف 'ا' (دو عدد)، ردیف 'ل' (ایک عدد)، ردیف 'ن' (ایک عدد)، ردیف 'ی' (دو عدد)۔
محض دو دو اشعار پر مشتمل ناقص غزلیات شامل کرنے کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مندرجہ بالا غزلیں اصلاً دو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہوں گی لیکن تلاش بسیار کے باوجود ان کے محض دو دو شعر ہی دستیاب ہو سکے ہوں گے۔ اسی باعث انھیں جوں کا توں دیوان میں شامل کر لیا گیا۔

## املائی خواص

دیوانِ نسیمؔ لکھنوی یہ پہلی اشاعت اوّل تا آخر اغلاط سے پُر ہے۔ کاتب اتنا خوش خط بھی نہیں اور بد خط بھی نہیں لیکن بر خود غلط ضرور ہے۔ کتاب کا کوئی بھی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں۔ بعض سامنے کے الفاظ کو بھی کاتب التزاماً غلط کتابت کرتا ہے۔ دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کے نسخۂ لکھنؤ کی کتابت میں ذیل کی املائی خصوصیات مشاہدہ کی جا سکتی ہیں:

(۱) کاتب عموماً یاے معروف و مجہول میں امتیاز کرتا ہے۔ یہ روش اُنیسویں صدی کے آخر تک، بلکہ بعض مثالوں میں بیسویں صدی عیسوی کی ابتدائی دہائیوں تک، اُردو و فارسی کتابوں کی کتابت میں کم ہی مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ نسخۂ لکھنؤ کا کاتب اکثر جگہ یاے معروف و مجہول میں امتیاز برقرار رکھنے میں کام یاب رہا ہے لیکن بعض مقامات پر وہ اپنی یہ روش برقرار نہیں رکھ سکا۔ مثال کے طور پر مطلعِ دیوان کو اُس نے یوں کتابت کیا ہے:

جب ہو چکے شراب تو میں مست مر گیا
شیشے کے خالی ہوتے ہی پیمانہ بھر گیا(۶)

اسی طرح دوسری غزل کا شعر ہے:



بے زبانوں کو بھی آئی ہی زبان
بیڑی غل کرتی ہی دیوانہ چلا(۷)

ان کے سوا یاے معروف مجہول والے کچھ ایسے الفاظ کی فہرست یہاں دی جاتی ہے جو کاتب نے اصل کے خلاف کتابت کیے ہیں: بی رُح (بے رُخ، شعر ۳۹۱)، لی چکا (لے چکا، شعر ۴۰۰)، لیلے (لیلی یا لیلیٰ، شعر ۴۶۲)، بازیئے (شعر ۱۶)، گلے (گلی، شعر ۳۳)، جھگڑا ہے (ہی، شعر ۵۷)، مئی پرورده (مَیِ پرورده، شعر ۶۴)، کہلاتے (کھلاتی)، کلونکی (گلوں کے)۔

(۲) پوری کتاب میں کاتب نے ہاے مخلوط (دوچشمی ھ) اور ہاے ملفوظی میں امتیاز روا نہیں رکھا۔ وہ ہر جگہ ہاے مختفی کتابت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ابہی (ابھی)، تہا (تھا)، پہر (پھر)، ادہر (اِدھر)، کدہر (کدھر)، مجہکو (مجھ کو)، تمہیں (تمھیں)، آنکہیں (آنکھیں)، مونہہ (مُنھ یا مُنہ)، تمہارا (تمھارا)، رکہتا (رکھتا)، پہولنا پہلنا (پھولنا پھلنا)، وغیرہ۔

(۳) لفظوں کو ملا کر لکھنے کی قدیم روایتی روش بھی نسخۂ لکھنؤ میں جا بجا نظر آتی ہے۔ اُردو اور فارسی کتابوں میں الفاظ کو ملا کر لکھنے کا رواج ہمارے ہاں بہت بعد تک رہا ہے۔ ایسا عموماً اِس لیے کیا جاتا تھا (یا ہے) کہ کم جگہ میں زیادہ مواد کتابت ہو سکے۔ زیرِ نظر دیوان میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ نمونے کے طور پر ایسے کچھ الفاظ درج کیے جاتے ہیں:

ہمسے، لیکر، جہانکو (جہاں کو)، بیدل (بے دل)، اوسکے (اُس کے)، پریونکی (پریوں کی)، جسوقت (جس وقت)، عشقبازی (عشق بازی)، ہتگہنڈے (ہتھ کنڈے)، تمکو (تم کو)، میریجان (میری جان)، بلونسے (بلوں سے)، ہاتہونکو (ہاتھوں کو)، مژگانمیں (مژگاں میں)، کیطرح (کی طرح)، کیصورت (کی صورت)، وغیرہ۔

(۴) نون غنّہ میں ہر جگہ اعلانِ نون موجود ہے۔ یہ روش بھی قدیم اُردو اور فارسی کتابت میں عام تھی۔ مثلاً ہین، گریان، اشکون، مین، گرم جوشیان، پریون، ہون، کیون، عمرِ روان، وغیرہ۔

(۵) جن الفاظ میں کوئی حرف دوبارا اکٹھے آیا ہے، کاتب وہاں ایک حرف کتابت کر کے اُس پر شدّ لگا دیتا ہے۔ یوں پڑھنے میں وہ دو حروف کی آواز دیتا ہے۔ ایسا وہیں کیا جا سکتا ہے (اور اُنھی

مقامات پر کیا گیا ہے)، جہاں پہلا حرف ساکن اور بعد والا متحرّک ہو۔ شدّ کا اُصول بھی یہی ہے کہ اس میں دو حرفوں میں سے پہلا حرف ساکن اور بعد والا متحرّک ہوتا ہے۔ نسخۂ لکھنؤ میں ایسے کچھ الفاظ یہ ہیں: اوسّے (اُس سے)، کسّے (کس سے)، جسّے (جس سے)، اسّی (اِس سے)۔

(۶) 'گ' کے مرکز کے سلسلے میں کاتب نے کوئی ایک روش اختیار نہیں کی۔ اکثر جگہ اُس نے گاف کا مرکز کتابت کیا ہے لیکن بعض جگہ اس سے انحراف بھی کیا ہے۔ ایسے کچھ الفاظ کی مثالیں دیکھیے: گلی، گرم جوشیاں، گل، اگر، نگاہ، لگایا... کرگیا (گرگیا)، شاکردوں (شاگردوں)۔ ذیل کا شعر اِس سلسلے میں مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے:

آنکہہ نرکس سے جو اوسکی لڑ گئی
صبحدم کیا اوس گل پر پڑ گئی[۸]

اِس کے علاوہ دیوان کی اُنچاسویں غزل بھی مثال میں پیش کی جاسکتی ہے[۹] جس کی ردیف ''گرے'' ہے۔ اِس غزل میں بارہ شعر ہیں۔ مطلع سمیت اِس غزل میں ''گرے'' تیرہ بار آیا ہے۔ اِن میں سے چھہ مقامات پر گاف کا مرکز موجود ہے لیکن سات مقامات پر یہ کتابت نہیں ہوا۔

اِس کے خلاف کاتب نے بعض ایسے الفاظ میں بھی گاف کا مرکز کتابت کر دیا ہے جہاں اس کی ضرورت نہیں۔ مثلاً ہتگہنڈے (ہت کھنڈے/ ہتھ کنڈے)، نگہت گل (نکہت گُل)، گرگیا (کرگیا)۔

(۷) معکوسی (retroflers) آوزوں کو ظاہر کرنے والے حروف یعنی ٹ، ڑ، ڈ پر کاتب نے منحنی ''ط'' لگانے کا اہتمام کیا ہے۔ کہیں کہیں جلد بازی یا غلطی سے وہ یہ التزام برقرار نہیں رکھ سکا۔ مثال کے طور پر بگرتا (بگڑتا)۔

(۸) جن الفاظ میں اصلاً ''ی'' ہے، کاتب اُنھیں عموماً ہمزہ کے ساتھ کتابت کرتا ہے۔ ایسے الفاظ میں لئے، دئے، کئے، لیجئے، جلئے، پہنئے، دیجئے شامل ہیں۔ اصل میں یہ اِملا کی خرابی کا مسئلہ ہے۔ قدیم دور سے لے کر آج تک یہ روش چلی آتی ہے کہ ناواقف کاتب اپنی کم علمی کے باعث ایسے الفاظ کو ''ی'' کے بجائے ہمزہ سے لکھتے ہیں۔ بعض اس کو ''روشِ عام'' گردانتے ہوئے اپنانے کی سفارش بھی کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کم علم کاتبوں کی غلط روش کسی طور بھی قابلِ تقلید اور مُستنَد



نہیں ہوسکتی۔

(۹) ''ی/ ے'' جب بطور حرفِ اضافت آئے تو اس میں ہمزہ لکھنا اضافی اور غیر ضروری ہے لیکن روشِ عام میں یاے اضافت پر بھی عموماً ہمزہ لگا دی جاتی ہے۔ ایسا تبھی ہوتا ہے جب کاتب یاے مجہول اور یاے اضافت میں تمیز کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ وہ ہر طرح کی یاے مجہول کو ایک ہی طرز اور روش کے مطابق لکھتے چلے جاتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں بھی کاتب نے بعض الفاظ میں یاے اضافت پر ہمزہ لگایا ہے۔ جیسے دعوئے (دعواے)، برائے، سودائے غرض مند، مئی (مے)، موئے بلونسے (مُوے بلوں سے)، مئے الفت (مِی الفت)۔ لکھنؤ اور دہلی کے اہلِ زباں یاے اضافت پر ہمزہ لگانے کو بُرا اور ناجائز جانتے تھے۔ دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کا کاتب غالباً لکھنوی ہے اور اہلِ زباں کی روش سے واقف۔ اس لیے پورے دیوان میں یاے اضافت پر ہمزہ لگانے کی غلطی کم کم ہی ملتی ہے۔

(۱۰) اس کے خلاف جن الفاظ میں یاے مجہول پر ہمزہ لازمی آنا چاہیے، ایسے کچھ الفاظ ہمزہ کے بدون کتابت ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں دیوان کی تیئسویں غزل (ردیف ج) نمونے کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔[۱۰] اس غزل کے قافیے سواے، کت خداے (کتخداے)، براے، رضاے، وغیرہ ہیں۔ بیس اشعار کی اس غزل میں قافیوں کی یاے مجہول پر کسی جگہ بھی ہمزہ کتابت نہیں کیا گیا، حالانکہ ان قافیوں میں بعض یاے مجہول کا تعلق یاے اضافت سے نہیں، اِس لیے اُن پر ہمزہ لازماً کتابت ہونا چاہیے۔ اس غزل میں ایسے الفاظ درج ذیل ہیں: مٹاے (مٹائے)، پکاے (پکائے)، دکہاے (دکھائے)، اے (آئے)، سناے (سنائے)۔ ایسے مزید الفاظ میں ہوجاے (ہوجائے)، بہولے ہوے (بھولے ہوئے) وغیرہ شامل ہیں۔

(۱۱) یاے مجہول کے علاوہ بھی بعض ایسے الفاظ میں یاے مجہول مخلوط استعمال کی گئی جن میں اصلاً ہمزہ ہے۔ مثال کے طور پر سایل، گہایل، حمایل، ملایمت، خلایق، شایع۔

(۱۲) کچھ الفاظ میں کاتب لازمی یاے کتابت نہیں کرتا۔ ایسا عموماً وہ اُن الفاظ کے ساتھ روا رکھتا ہے جن میں ہمزہ اور یا بالترتیب اکٹھے آتے ہیں۔ ایسے الفاظ میں وہ عام طور پر محض ہمزہ

کتابت کرنے کو کافی سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں پچاسویں غزل (ردیف یا) نمونے کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے[11] جو غیر مردّف ہے اور اس کے قافیے ٹھرایئے، دکھلایئے، دکھلایئے، وغیرہ ہیں۔ ان تمام قافیوں میں کاتب ہمیشہ محض ہمزہ کتابت کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ کتاب میں اس غزل کے قافیے یوں کتابت ہوئے ہیں: آئے (آیئے)، فرمائے (فرمایئے)، آئے، ٹھرائے (ٹھہرایئے)، کہلوائے (کھلوایئے)، گرمائے (گرمایئے)، جائے (جایئے)۔

(۱۳) جن الفاظ میں اصلاً ہائے مختفی ہے، اُن میں سے بعض میں قافیے کی رعایت سے اور بعض میں اس کے بغیر کاتب اُنھیں الف کے ساتھ لکھتا ہے۔ جیسے فِقرا (فقرہ)، راستا (راستہ)، وغیرہ۔ اس سلسلے میں دو غزلوں کا حوالہ خصوصی طور پر دیا جا سکتا ہے۔ دیوان کی تیسری غزل کے قافیے زیبا، پیارا، تماشا، وغیرہ ہیں۔[12] ان میں نقشہ، قبضہ، فقرہ، غصّہ، جلوہ اور پردہ کے قافیے بھی لائے گئے ہیں اور کاتب نے ان سب الفاظ کو بقیہ قافیوں کی رعایت سے مع الف لکھا ہے (نقشا، قبضا، فقرا، غصّا، جلوا، پردا)۔ اسی طرح ردیف الف ہی میں دیوان کی نویں غزل کے قافیے دل کا، ڈھکنا، لٹکا، پھندا، وغیرہ ہیں۔[13] اس میں بھی رستہ، عقیدہ، فقرہ کے قافیے لائے گئے ہیں اور ان سب کو الف کے ساتھ کتابت کیا گیا ہے (علی الترتیب رستا، عقدا، فقرا)، البتہ اس غزل کے مقطعے کے مصرعِ ثانی میں ''پردہ'' (مع ہائے مختفی) ہی کتابت ہوا ہے۔

(۱۴) بعض الفاظ کے آخر میں کاتب کو ایک نون غنّہ بڑھا کر لکھنے کی بھی عادت ہے، مثلاً پریون (پریو)، بلبلون (بُلبُلو)، ہم چشموں (ہم چشمو)۔ یہ التزام کاتب عموماً اُن الفاظ میں کرتا ہے جو تخاطب کے طور پر یا حرفِ ندا کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ یہ البتہ غلط اندازِ کتابت کم جگھوں پر ہی ملتا ہے۔

(۱۵) بعض الفاظ کے درمیان کاتب نے ایک زائد نون غنّہ کتابت کردیا ہے جیسے موہانسے (مُہاسے)، پونچھو (پوچھو)، وغیرہ۔ ممکن ہے کہ یہ علاقائی خصوصیت ہو اور لکھنؤ کے مضافات میں یا کہیں اور میں یہ الفاظ اِسی طرح بولے اور لکھے جاتے ہوں۔ بظاہر یہ دکنی انداز ہے۔ دکن میں عام طور پر زائد نون غنّہ کے ساتھ الفاظ لکھنے اور بولنے کا رُجحان واضح ہے۔



(۱۶) دکن کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ 'ڑ' والے الفاظ کو پنجابی لہجے کی تقلید میں 'ڈ' سے بولا اور لکھا جاتا ہے۔ نسخۂ لکھنؤ کا کاتب بھی 'چڑھے'، ''چڑھا'' اور ''چڑھانا'' کو اکثر جگہ ''چڈھے''، ''چڈھا'' اور ''چڈھانا'' کتابت کرتا ہے۔ اس حوالے سے ردیف ''یا'' میں دیوان کی چونسٹھویں (۶۴ویں) غزل مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے جس کی ردیف ''چڑھے'' ہے۔[14] یہ غزل پانچ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع سمیت اس میں چھوں مقامات پر کاتب ''چڈھے'' کتابت کرتا ہے۔ اس سے بھی کاتب کی غلط انگاری کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۱۷) ایک خیال یہ ہے کہ یائے معروف کے ساتھ اضافت کی صورت میں یائے معروف پر کسرہ لگنا چاہیے۔ کچھ لوگ ایسے موقعے پر ہمزہ لکھتے ہیں۔ کاتب بھی ایسے الفاظ میں یائے معروف پر کسرہ (زیر) لگانے کے بجائے اُس پر اضافت کے ہمزہ کا اضافہ کرتا ہے۔ مثلاً بازیٔ شطرنج، وادیٔ مئ گلرنگ (مےِ گُل رنگ)، وغیرہ۔

(۱۸) اکثر مقامات پر کاتب امالہ نہیں کرتا، بل کہ عام روش کے مطابق الفاظ کو اُن کی اصل کے مطابق کتابت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر کعبہ کو (کعبے کو)، کعبہ سے، نظارہ کی صورت، بوسہ کی چاٹ، اشکوں کے چشمہ، غنچہ کی آہ، وغیرہ۔ قدیم دور میں تو یہ عام تھا اور آج بھی بعض کا خیال ہے کہ الفاظ کو امالے کے بغیر لکھنا چاہیے لیکن پڑھنا امالے کے ساتھ چاہیے۔ اِس عجیب منطق کے حق میں کسی نے آج تک کوئی دلیل نہیں دی۔ جب الفاظ کو امالے کے ساتھ بولنا مقصود ہے تو لکھنے میں امالہ نہ کرنا سمجھ سے باہر ہے۔ معلوم نہیں تحریر میں امالہ لکھنے میں کیا قباحت ہے۔ بہرحال، نسخۂ لکھنؤ کا کاتب بھی روشِ عام کی دیگر خرابیوں کے ساتھ اِس التزام کو بھی سامنے رکھتا ہے۔

(۱۹) اِعراب بالحروف کا التزام بھی کتاب میں عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے۔ اِعراب بالحروف کے تحت ضمّہ یا پیش کی حرکت زائد ''واؤ'' اور کسرہ یا زیر کی حرکت زائد ''ی'' کتابت کرکے ظاہر کی جاتی تھی۔ پیشِ نظر نسخے میں اوس (اُس)، اوداس (اُداس)، اوڑ (اُڑ)، اوڑاؤ (اُڑاؤ)، اوڑنے (اُڑنے)، اوٹھے (اُٹھے)، پہونچا (پہنچا)، سوجھاتی (سُجھاتی)، اوتنی (اُتنی)، ایدھر (اِدھر)، چورا (چُرا)، اوتری (اُتری)، اوتارا (اُتارا) سے اس التزام کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۲۰) ''ٹھہرا'' کو کاتب التزاماً ''ٹہرا'' کتابت کرتا ہے۔ اگرچہ ''ٹہرا'' قدیم اُردو میں مستعمل رہا ہے لیکن نسیمؔ لکھنوی کے دور میں، اور خصوصاً لکھنؤ میں ''ٹہرا'' کو متروک کر دیا گیا تھا۔ اِس کی جگہ ''ٹھہرا، ٹھہرنا، ٹھہرے'' وغیرہ الفاظ اِستعمال کیے جاتے تھے۔ بعض کے ہاں یہ زیادہ اِستعمال نہیں ہوتے تھے بلکہ اِن کی جگہ ''ٹھیرنا، ٹھیرا، ٹھیرے'' وغیرہ زیادہ فصیح جانے جاتے تھے جو دہلی و لکھنؤ ہر دو جگہ مستعمل تھے۔ (اس سلسلے میں 'فرہنگ' کے ضمیمے سے رجوع کیا جا سکتا ہے)۔ کاتب کا ''ٹھہرا'' کے بجائے ''ٹہرا'' کتابت کرنا اُس کے قدیم طرزِ کتابت سے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ کاتب نے دیوان کے بعض مقامات کے علاوہ ردیف الف میں دیوان کی اُنیسویں غزل میں ہر جگہ ''ٹہرا'' کتابت کیا ہے۔[۱۵] تیرہ اشعار کی اس غزل کی ردیف ''ٹھہرا'' ہے۔ دو مطلعوں سمیت اس غزل میں پندرہ بار ''ٹھہرا'' آیا ہے۔

(۲۱) اِسی طرح جو الفاظ اصلاً ''ز'' کے ساتھ ہیں، کاتب اُنھیں ذال کے ساتھ کتابت کرتا ہے۔ مثلاً گذری (گزری)، گذرا (گزرا)، گلذار (گل زار)۔ اِس طرح کے الفاظ میں املا کی خرابی کا تعلق بھی روشِ عام سے ہے۔

(۲۲) کاتب بے ذوق بھی معلوم ہوتا ہے۔ بعض مصرعوں میں وہ الفاظ کتابت کرنا بھول گیا ہے جس سے مصرعے بے وزن ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ''مرا، مری، مرے، ترا، تری، ترے، اِک'' کو وہ عام طور پر ''میرا، میری، میرے، تیرا، تیری، تیرے، ایک'' اور ''آئنہ'' کو ''آئینہ'' کتابت کرتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ کاتب ان الفاظ میں یا تو تمیز نہیں کرتا یا پھر وہ موزونیٔ طبع اور وزن کے شعور سے عاری ہے۔

(۲۳) کاتب بے احتیاطی اور بدذوقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بعض سامنے کے الفاظ کی کتابت میں بھی فاش غلطیاں کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا کہ ایسا وہ ایک دو جگہ نہیں کرتا، بلکہ کئی مقامات پر قاری کو ایسی اغلاط سے واسطہ پڑتا ہے۔ ویسے تو ساری کتاب ایسی اغلاط سے پُر ہے لیکن نمونے کے طور پر یہاں چند مزید فاش غلطیوں کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ لے (نے)، حال (چال)، رندہ بادہ کش (رند و بادہ کش)، کاسہ سرمی (کاسۂ سر سے)، ہوکہ (ہو کے)، نہ پہنسا (پہ پھنسا)،



کیا جانے (کیا جانیے)، ہنی گی (نبھے گی)، دیہان (دھیان)، لبکا (لپکا)، گونگہٹ (گھونگھٹ/گھونگٹ)، ہے (کہے)، چھٹک (جھٹک)، تو (جو)، اہ (آہ)، ہس کے، ہستا (ہنس کے، ہنستا)۔

## اہمیت

دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کا نسخۂ لکھنؤ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ امکانی طور پر یہ مثنوی کے سوا نسیمؔ لکھنوی کے بقیہ کلام کا پہلا اور واحد مجموعہ ہے۔ اِس کی اشاعت ۱۸۷۳ء میں ہوئی۔ اِس سے قبل نسیمؔ لکھنوی کے کسی اور مجموعۂ منظومات (علاوہ مثنوی) یا انتخابِ کلام کا سُراغ نہیں ملتا۔ نسیمؔ لکھنوی کا یہ مختصر دیوان پنڈت گوپی ناتھ نے مرتّب کر کے لکھنؤ سے شائع کرایا۔ ۱۸۷۳ء کے بعد نسیمؔ لکھنوی کے دیوان کی جتنی اشاعتیں ہوئیں اور جتنے انتخابات نکلے، وہ سب دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کے اِسی نسخۂ لکھنؤ پر تکیہ کرتے رہے۔ پنڈت گوپی ناتھ اگر دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کا یہ نسخہ مرتّب کر کے شائع نہ کرتے تو آج ہم نسیمؔ لکھنوی کی مثنوی کے سوا اُن کے کسی اَور کلام سے شائد واقف بھی نہ ہوتے، ایسے ہی جیسے آتشؔ لکھنوی کے دوسرے شاگرد مرزا شوقؔ لکھنوی کی مثنویات تو موجود ہیں لیکن سوائے دو واسوختوں کے، اُن کے دیگر اَصناف کے کلام سے ہم ناواقف ہیں، کیوں کہ ایسا کوئی کلام موجود ہی نہیں۔ پنڈت گوپی ناتھ کے مرتّبہ اِس نسخے کی مرکزی اہمیت کے باعث اِسے دیوانِ نسیمؔ لکھنوی کی تدوین میں بنیادی نسخے کا مرتبہ حاصل ہے۔

## حواشی

۱۔ نیٹو کرسچن آرفن پریس Native Christian Orphanage Press، لکھنؤ کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندُستان کے ہر شہر میں عیسائی مبلّغین کے خیراتی ادارے کثیر تعداد میں قائم ہوئے۔ چھوٹے شہروں میں ان کی تعداد کم بڑے شہروں میں نسبتاً زیادہ ہوتی تھی، کیوں کہ بڑے شہروں میں عیسائی مبلّغین اور اداروں کو سرکاری عیسائی حکام کی سرپرستی اور مدد حاصل رہتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے پہلے بھی لکھنؤ میں عیسائی مبلّغین اور اُن کے خیراتی ادارے موجود تھے لیکن حکومتِ اَوَدھ کی عمومی حوصلہ شکنی کے باعث اُن کی تعداد بڑھ نہ سکی۔ الحاقِ اَوَدھ (۱۸۵۶ء) کے بعد البتہ عیسائی مبلّغین اور اُن

کے قائم کردہ خیراتی اداروں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔لکھنؤ میں ۱۸۷۳ء میں کسی Native Christian Orphanage کے بارے میں معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔ دیوانِ نسیمؔ کے پیشِ نظر نسخے کی طباعت جس مطبع میں ہوئی، وہ لکھنؤ کے ایسے ہی عیسائی یتیم خانے کی ملکیت تھا۔ تلاش بسیار کے بعد نہ تو لکھنؤ کے اس ''نیٹو کرسچن آرفن'' کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا، نہ اس کے مطبع کے بارے میں اور نہ ہی اس مطبع کی کسی اور مطبوعات کے بارے میں۔

۲۔ عکس میں ناخوانا۔

۳۔ مطلب اشعار یا غزلیں۔

۴-۵۔ صفحہ دریدہ ہونے کے باعث عبارتیں ضائع ہوگئیں۔

۶۔ نسیمؔ لکھنوی، دیاشنکر: دیوانِ نسیمؔ سنہ ۱۸۷۳ء، ص ۲، غزل ۱۔

۷۔ ایضاً، ص ۳، غزل ۲۔

۸۔ ایضاً، ص ۳۶، غزل ۶۰۔

۹۔ ایضاً، ص ۳۰، غزل ۴۹۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۵، ۱۶، غزل ۲۳۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۳۰، ۳۱، غزل ۵۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۳، غزل ۳۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۶، ۷، غزل ۹۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۷، ۳۸، غزل ۶۴۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۲، ۱۳، غزل ۱۹۔

## ماخذ

❄ نسیمؔ لکھنوی، دیاشنکر: دیوانِ نسیمؔ ۱۸۷۳ء